شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

# رحیمیہ

لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مئی 2010ء / جمادی الاولیٰ، جمادی الآخری ۱۴۳۱ھ رجسٹرڈ نمبر 123-R جلد نمبر 2 ، شمارہ نمبر 5 ☆ قیمت فی شمارہ : مبلغ 10 روپے ☆ سالانہ ممبر شپ : مبلغ 150 روپے



**مجلس ادارت**

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد

مدیر: محمد عباس شاد


## خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے دوسرے مسند نشین

## حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ نے ارشاد فرمایا

''اب لوگوں کو مذہبی لڑائی کے بجائے زمین دار اور کاشت کار، مزدور اور سرمایہ دار وغیرہ سوالات پر لڑنا چاہیے۔ اس سے مذہب کو بدنام کرنے کا قصہ تو ختم ہو جائے گا۔ ورنہ یہ خیال ہے کہ مذہب بدنام تو اب بھی ہے۔ اور بھی زیادہ بدنام ہو جائے گا.....

ہندوستان کی اگلی نسلیں یہ دیکھ کر کہ مذہب آپس میں نفاق کا موجب ہے، مذہب کو ہی خیر باد کہہ دیں گی۔ حال آں کہ مذہب نفاق نہیں سکھاتا۔ یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے جو نفاق سکھا رہی ہے۔ مگر آنے والی ہندو مسلم نسلیں پھر بھی مذہب کو مطعون کریں گی۔''

(مجلس: ۲۹ / ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ، مطابق 25 اکتوبر 1946ء، بروز جمعۃ المبارک)

(ارشادات از حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ، ص 75، 77، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، 25 لوئر مال، لاہور)

## ترتیب عنوانات


درسِ قرآن............امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ 2

درسِ حدیث............حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ 2

اداریہ..............................مدیرِ اعلیٰ 3

سرمایہ داری نظام کی تباہ کاریاں............مرزا محمد رمضان 3

خطبہ جمعۃ المبارک..................مفتی عبدالخالق آزاد 4

رفتارِ کار..................رپورٹ: ملک عمران، کراچی 6

دینی مسائل..........................مفتی عبدالغنی قاسمی 7

خطاب حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ 8



**مجلس مشاورت**

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا)

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)

حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)

حضرت مولانا محمد مختار حسن (نوشہرہ)

حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی (چشتیاں)

حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خاں)

محترم محمد اسلوب قریشی (لاہور)

محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)

محترم سید اصغر علی شاہ بخاری (پیر جو گوٹھ)

محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)

محترم سید سیف الاسلام خالد (راولپنڈی)

محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)

محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)

حضرت مولانا قاری تاج افسر (اسلام آباد)

حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)

حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)

حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)



سالانہ ممبر شپ کی رقم ''ناظم دفتر کے نام ارسال کریں' اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو سپردِ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔

شعبہ مطبوعات ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

برائے رابطہ : رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

فون: 0092-42-36307714/36369089

Web:www.rahimia.org

☆ رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

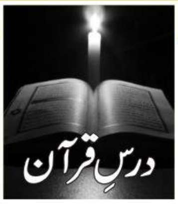


# قرآن حکیم کا بین الاقوامی انقلاب

**تفسیر: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ**

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

ترجمہ: ''اے مدثر! اُٹھ! اور ڈرا، اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر! اور اپنا لباس پاک رکھ۔ اور گندگی سے دور رہ۔ اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلہ زیادہ چاہے۔ اور اپنے رب پر صبر کر!''

سیرت نبی ﷺ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ملت حنیفیہ ابراہیمیہ کے قیام کے لیے طبعاً بے تاب تھے۔ آپؐ کی تربیت بھی قریش کے اونچے گھرانوں میں ہوئی۔ جن میں اس ملت کی اچھی اچھی باتیں باقی تھیں۔ پھر وہ انقلاب کا زمانہ تھا۔ فارس اور روم آپس میں لڑ رہے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ دنیا کی اقوام کو اپنے قبضے میں لائیں۔ ان سیاسی اور جنگی حالات کا اثر قریش پر بھی پڑ رہا تھا۔ کیوں کہ ان کے تجارتی تعلقات دونوں ممالک کے ساتھ تھے۔ اور ان ملکوں میں ان کی کافی آمد و رفت تھی۔ چناں چہ قریش کا سمجھ دار طبقہ سیاسی میلانات کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم ہوگیا تھا: (1) ایک طبقہ قیصر کی طرف مائل تھا۔ (2) دوسرا طبقہ کسریٰ ایران کی طرف مائل تھا۔ (3) تیسرا طبقہ دونوں سے الگ تھا اور ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ سے تعلق کی بنیاد پر حنیفیت پر قائم تھا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ طبعاً اس تیسرے گروہ کے سرگرم رکن تھے۔ یہ گروہ اگرچہ اقلیت میں تھا، لیکن عرب پر قریش کی سیادت قائم کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ میں اس قسم کی قیادت کی طبعی خداداد استعداد بھی موجود تھی۔ آپ ﷺ کو اس انقلاب میں کامیابی کے لیے جس ہدایت کی ضرورت تھی اور جس کے لیے آپؐ سرگرداں تھے۔۔۔ جیسا کہ آیت (وَوَجَدَكَ ضَالًّا) میں کہا گیا ہے۔۔۔ وہ خداوند تعالیٰ نے (فَهَدٰى) ہدایت کی صورت میں فراہم کردی۔

آپ ﷺ قرآن حکیم کے ذریعے سے دنیائے انسانیت میں جو انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ انسانی معاشرے (سوسائٹی) میں سے ہر قسم کا ظلم، خواہ وہ خدا اور بندوں کے تعلقات میں ہو یا بندوں کے باہمی تعلقات میں، یعنی روحانی ہو یا اقتصادی، سب مٹا دیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ خدا کے ساتھ صحیح طریقے پر تعلقات قائم کیے جائیں گے۔ اور انسانیت میں معاشیات، معاشرت اور اقتصادیات میں ایک نظم جدید پیدا کیا جائے گا۔ اس انقلاب میں کسی خاص قوم یا ملک کی خصوصیت نہ ہوگی۔ بلکہ وسیع ترین معنوں میں عالم گیر اور ہمہ گیر ہوگا۔

دنیا میں اب تک جو انقلابات ہوئے ہیں، وہ سب کے سب جزوی انقلابات ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی عالم گیر اور جامع انقلاب نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری امامِ انقلاب ہیں۔ جن کی دعوت جامع عالم گیر انقلاب کے لیے ہے۔ اور آپؐ نے اس جامعیت کا بہترین نمونہ سرزمینِ حجاز میں قائم کر کے دکھا دیا۔ جسے دنیا اب تک اس حیثیت سے جانتی اور مانتی ہے۔ آپؐ کے انقلاب میں اس وقت کی مہذب اقوام کا بیشتر حصہ آگیا۔ اور (آپؐ نے) سب کو خدمتِ انسانیت کے ایک نقطے پر جمع کر کے نہ صرف یہ کہ ان کے تعلقات ان کے خالق کے ساتھ درست کر دیے بلکہ ان کے آپس کے تعلقات بھی درست کر دیے۔

اب جب کبھی کوئی جماعت جامع بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنا چاہے گی، اسے آپؐ ہی کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ جو جماعت اس لائحۂ عمل کے خلاف (کوئی) اور لائحۂ عمل لے کر اُٹھے گی، وہ یا تو سرے سے ناکام رہے گی یا صرف جزوی طور پر کامیاب ہوگی۔ چناں چہ فرانس، جرمنی، ٹرکی اور روس کے انقلابات اس اصول کی بیّن مثالیں ہیں۔ ان انقلابوں میں وہ جامعیت نہیں، جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کردہ حجازی انقلاب میں تھی۔ جس نے بعد میں قیصر و کسریٰ کو بھی ہضم کرلیا۔ اور نہ صرف حجاز بلکہ مشرق و مغرب میں عالم گیر اور جامع انقلاب برپا کر دیا۔

# کسبِ حلال

**تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ**

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالاً اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَ سَعْيًا عَلٰى أَهْلِهٖ وَ تَعَطُّفًا عَلٰى جَارِهٖ، لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ. وَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالاً مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِيًا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ. (مشکوۃ شریف، کتاب الرّقاق، الفصل الثالث)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دنیا حلال طریقے سے کمائی اور یہ نیت اور غرض رکھی کہ بھیک مانگنے سے بچے۔ اور اپنے گھر والوں کے گزارے کا بندوبست کرے۔ اور پڑوسی کی خبرگیری کرے۔ تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔ اور جس نے کمائی تو حلال طریقے سے ہی کی، لیکن اس لیے کہ میں لوگوں سے مال داری میں بڑھ جاؤں۔ اور ان کے سامنے اِتراتا پھروں۔ اور دکھاوے اور نام و نمود کے لیے خرچ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔''

اس حدیث میں حرام کی کمائی کا ذکر نہیں۔ کیوں کہ مسلمان حرام کی کمائی کے پاس بھی نہیں بھٹکتا۔ حرام کی کمائی کیا ہے؟ کسی کی کمزوری سے یا اس کی سخت ضرورت سے فائدہ اُٹھانا۔ اس میں سود، رشوت، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی یعنی غلہ، اس ارادے سے جمع کرنا کہ جب لوگوں کو ضرورت پڑی تو زیادہ نرخ پر فروخت کروں گا۔ مسلمانوں کو اس سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ جو ضرورت مند کو دبا کر اس سے روپیہ اینٹھتا ہے۔ اسے یہ سمجھنے کا حق نہیں کہ میں مسلمان ہوں۔ کیوں کہ مسلمان ہونا تو انسانیت سے بھی اونچا درجہ ہے۔ اسے تو اَبھی انسان ہونا بھی نصیب نہیں۔ بہرحال یہ چیزیں تو اور جگہ صراحت کے ساتھ خلافِ اسلام ٹھہرا دی گئی ہیں۔

اس حدیث میں حلال کمائی کا ذکر ہے۔ حلال سے کمانے والے بھی دو قسم کے ہیں۔ اس حدیث میں ان کا بیان ہے۔ ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے، جو کمائی محض اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ضرورت کے وقت لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔ اور روزمرہ کی ضرورتیں کسی کا احسان اُٹھائے بغیر پوری ہوتی رہیں۔ ان کے اہل و عیال کی ضروریات زندگی باعزت طور پر پوری ہوں اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں پوری کر کے جو کچھ بچے، اسے ضرورت مند پڑوسیوں اور ملنے والوں کی ضرورتیں پورا کرنے میں خرچ کیا جائے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے چمکتا ہوا چہرہ لے کر حاضر ہوں گے۔ یہ خوشی سے دمک رہا ہوگا۔ اگر اس کا تصور مطلوب ہے۔ تو چودھویں رات کے چاند کو دیکھ لو تو اس سے ان کے چہرے کی نورانیت کا اندازہ ہو جائے گا۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو دن رات روپیہ کمانے میں لگے رہتے ہیں۔ یہ لوگ حلال کی روزی کماتے ہیں۔ کسبِ حلال کرتے ہیں۔ لیکن ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ سب سے زیادہ مال دار کہلائیں۔ اور لوگوں کے سامنے اپنی مال داری اور تونگری پر فخر کریں۔ اور اگر کچھ خرچ کریں تو فقط دکھاوے کے لیے۔ تاکہ ان کا نام فراخ دل مشہور ہو۔ اور جہاں نام و نمود کا موقع نہ ہو، وہاں ہاتھ کھینچ لیں۔ ایسے لوگ قیامت میں جب اللہ سے ملیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ ان پر غضب ناک ہے۔ چناں چہ ان کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ جائیں گی۔ نور کے بجائے ان کے چہروں پر پھٹکار ہوگی۔

اس لیے دین کی تعلیمات کی روشنی میں انسانی معاشرے میں ایسا معاشی نظام قائم کیا جانا ضروری ہے کہ جس میں رزقِ حلال کو حاصل کرنے اور اسے خرچ کرنے کے ایسے مواقع فراہم کیے جائیں، جس میں نمود و نمائش کے بجائے انسانی ضرورت کو پورا کرنا اور انسانیت کی خدمت کرنا ممکن ہو۔

www.rahimia.org

# محنت کشوں کے استحصال پر مبنی نظام کی تباہ کاریاں

کسی بھی معاشرے کی شناخت اس میں رائج نظام کے ذریعے ہوتی ہے۔ اگر کسی ملک کا قومی نظام تمام افراد کی ذہنی، دماغی اور جسمانی محنتوں کو مجموعی طور پر کام میں لائے۔ اور ان کی محنتوں کے معاوضوں کی ادائیگیوں کو عدل و مساوات کے اصول پر قائم رکھے تو ایسے معاشرے روزافزوں ترقی کرتے ہیں۔ لیکن اگر کسی ملک کا نظام معاشرے میں بسنے والے افراد کی محنت کے استحصال پر مبنی ہو۔ اور ان کی محنتوں کے پورے معاوضے ادا نہ کرے۔ طبقاتی مفادات کا محافظ اور سرمایہ پرست قوتوں کا نمائندہ بن کر کردار ادا کرے تو معاشرے زوال کا شکار اور ظلم و ستم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔ یوں انسانوں کی انسانیت چیخ جاتی ہے۔ انسانی وقار جاتا رہتا ہے۔ انسانیت شرف وعزت سے محروم ہوجاتی ہے۔ اس طرح معاشرے انسانی معیار سے نیچے گر کر درندگی کا شکار اور حیوانیت کا نمونہ بن جاتے ہیں۔

آج ہمارے گردو پیش ایسی ہی صورت حال ہے کہ ہمارے اس خطے میں پہلے دوسو سال تک تو نوآبادیاتی دَور کا سرمایہ دارانہ نظام قائم رہا۔ جس نے اس خطے کے مزدور وکسان کو نانِ جویں کا محتاج بنایا۔ اس خطے کے محنت کشوں کے حقوق پامال کیے۔ انھیں زندگی میں بھیک مانگنے اور عزت فروخت کرنے پر مجبور کیا۔ اور پھر نام نہاد آزادی کے 63 سال گزرنے کے باوجود محنت کشوں کی حالت نہیں بدلی۔ جس طرح براہِ راست غلامی کے زمانے میں اس خطے میں بسنے والا انسان، عالمی سامراجی تقاضوں اور عالم گیر سرمایہ دار قوتوں کے مفادات کا آلہ کار تھا۔ آج بھی اسی طرح عالمی سرمایہ دار مافیا اور ملکی سرمایہ پرست قوتوں کے ظلم وستم پر مبنی نظام میں انسان غربت وافلاس کی تصویر بنا ہوا ہے۔

غضب خدا کا کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک کے محنت کش اپنے بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہیں۔ حال آں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''مزدور کا پسینہ زمین پر گرنے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کردو!'' یہاں حال یہ ہے کہ اسلام کے نام لیوا حکمران طبقات کی ہوسِ ملک گیری اور سرمایہ دارانہ ظلم واستحصال کے نظام کا تسلسل تریسٹھ سال گزرنے کے باوجود اسی طرح جاری ہے۔ اور سرمایہ پرستانہ ذہنیت انسانیت کا خون نچوڑ رہی ہے۔ محنت کش تباہ و برباد ہوکر رہ گیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ مہنگائی کا عفریت انسانیت کو نگل رہا ہے۔ اور مقتدر طبقہ قوم کے عام محنت کش لوگوں پر کوڑے برسا رہا ہے۔ عزت سے دو وقت کی روٹی کھانے کی استطاعت سے لوگ محروم ہیں۔ دوسری طرف حکمران طبقات اور مذہب کے نام سے مفادات اُٹھانے والے، تعیش پسندی اور تساہل پسندی کا شکار ہیں۔ ملک وقوم کے لیے کوئی مفید کام سرانجام دینا نہیں چاہتے۔ اس طرح قوم پر بوجھ بن کر ذاتی مفادات کے اسیر اور ملکی دولت کی لوٹ کھسوٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ آج ہمارا ملک طبقات میں بٹ چکا ہے۔ امیر، امیر سے امیر تر ہوتے جاتے ہیں۔ اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا جارہا ہے۔ ان طبقات کے تضادات اُبھر کر سامنے آرہے ہیں۔ آج ملک کے حکمران ادارے اور مقتدر طبقات قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ کے لیے آپس میں دست وگریبان ہیں۔ ایسی حالت میں مذہب کے نام پر ''مصلحین اُمت'' بھی صرف چند رسومات واعمال کا وعظ کہہ کر خاموش ہوجاتے ہیں۔ اور اس ظالمانہ نظام کے تضادات کو سمجھنے اور انسانیت کے مسائل کے حل کے لیے کوئی کردار ادا کرنا نہیں چاہتے۔

آج انسانیت ظلم کی چکی میں پس رہی ہے۔ اور قومی اور مذہبی رہنما خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔ اور انسانیت کو نفع پہنچانے کے کاموں سے کنی کترا رہے ہیں۔ حال آں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: خیرُ النّاس من یّنفع النّاس ''بہترین انسان وہ ہے جو انسانیت کو نفع پہنچائے''۔ آج ضرورت ہے کہ انسانی معاشروں پر مسلط محنت کشوں کے استحصال پر مبنی نظام کی تباہ کاریوں کو سمجھا جائے اور اس کے خلاف شعوری مزاحمت کی جائے۔ اور نفع انسانیت کی بنیاد پر ملکی نظام قائم کرنے کی فکر اور اس کا شعور بیدار کیا جائے۔

(مدیر اعلیٰ)

# سرمایہ داری نظام کی تباہ کاریاں

مرزا محمد رمضان

ہیروشیما اور ناگاساکی کے اَلمیہ کو آج 64 سال گذر چکے ہیں۔ 6 اگست 1945 کو امریکہ کے جنگی طیارے B-29 نے صبح آٹھ بج کر گیارہ منٹ پر 10 ہزار کی بلندی سے LITTLE BOY نامی ایٹم بم نے سطح زمین سے 600 میٹر بلندی تک ہر چیز کو بالکل تباہ و برباد کردیا۔ LITTLE BOY نامی بم نے دولاکھ انسانی جانوں کو چند سیکنڈ کے اندر اندر نگل لیا۔ اس کے گرنے سے ایسی زہریلی گیسوں کا اخراج ہوا جس نے نہ صرف فضا کو مکدر کردیا بلکہ اس نے بارہ کلومیٹر کے علاقے میں رہنے والی ہر ذی روح کے ساتھ ساتھ مادے سے بنی ہوئی عمارتوں تک کو صفحہ ہستی سے مٹادیا۔ اس اندوہناک المیے نے ابھی انسانیت کو اس کے مضر اثرات سے نکلنے کا موقع بھی نہیں دیا تھا کہ دو روز بعد یعنی 9 اگست کو ایک اور ایٹم بم FAT MAN نامی نے ناگاساکی کے شہر کو تہہ وبالا کردیا۔ اس کی وجہ سے 74 ہزار نفوس چند لمحوں میں اس دنیا سے غائب ہوگئے۔

ہیروشیما اور ناگاساکی کو تباہ کرنے کے بعد 6 اگست 1955ء کو ہیروشیما کی اس اُجڑی ہوئی بستی کے قریب تاب کاری کے مضر اثرات کی سنگینی کے مدھم ہوتے ہی ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ بم گرانے والوں کی طرف سے کانفرنس کے انعقاد کا بنیادی مقصد اس کے مضر اثرات کا دنیا کو عملی مظاہرہ دکھا کر اپنی بالادستی کا سکہ منوانا تھا۔ امریکی انتظامیہ چونکہ دنیا کی بالادستی حاصل کر چکی تھی۔ لہٰذا اس کا فیصلہ یہ تھا کہ آئندہ دنیا کا کوئی اور ملک اس کے مدِمقابل آنے کی جرأت نہ کر سکے۔ ایٹمی ہتھیاروں کا عدمِ پھیلاؤ اگرچہ آج بھی جاپان کی خارجہ پالیسی کا اہم ترین پہلو ہے، ولادی میرانوکھن کا کہنا ہے کہ جاپان نہ تو ایٹمی ہتھیار رکھے گا، نہ بنائے گا اور نہ ہی کسی اور ملک سے درآمد کرے گا۔ مسٹر انوکھن کا کہنا ہے کہ اگر جاپان اسی پالیسی پر کاربند رہتا ہے تو اس کی آئندہ ترقی جمود کا شکار ہونے سے اس کا مستقبل بھی تاریک ہوجائے گا۔ جو جاپان جیسے ملک کے لئے کسی بھی صورت میں مفید نہیں ہو گا۔ دوسری جنگ عظیم میں شکست کھانے کے بعد جاپان نہ صرف اپنے گزشتہ اتحادی ممالک کی صف سے نکل گیا بلکہ اس نے فاتح اتحاد کے سامنے نہ صرف سرِتسلیم خم کردیا بلکہ وفاداری ثابت کرنے کے لیے ولادی میرانوکھن VLADIMIR ANOKHIN جو ''اکیڈمی برائے جیو پولیٹکل پرابلمز'' روس کے نائب صدر ہیں کے بقول جاپان نے اپنے علاقائی ممالک چین اور روس کے ساتھ سرحدی تنازعات بھی شروع کرلئے۔

سرمایہ دارانہ نظام دنیا میں اپنی بالادستی کو قائم رکھنے کے لئے کسی بھی قسم کے اقدام سے گریز نہیں کرتا۔ اس نے ماضی میں ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے علاوہ امریکہ کے اپنے ہی ملک کے سربراہان کے قتل بھی کیے۔ اس نے دنیا میں ایٹمی ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کے نام نہاد معاہدہ NPT کی آڑ میں اپنے مخالف ممالک کو اس کے حصول سے باز رکھا، البتہ وہ ممالک جنہیں امریکہ کی آشیرباد حاصل تھی وہ اس کے حصول میں پیش پیش رہے۔ حالانکہ ایٹمی ٹیکنالوجی کا حصول نہ صرف ہر ملک کا بنیادی حق ہے بلکہ قدرتی وسائل کو explore کرنے کے لیے آج کے دور میں انتہائی ناگزیر ہے۔ وہ ممالک جنہوں نے سامراج کی رضا ورغبت کے برعکس اس کو حاصل کیا انہیں بے شمار قربانیاں دینی پڑیں۔ البتہ یہ قربانیاں چھوٹی چھوٹی قوموں کے لیے حوصلہ پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی گئی ہے۔ گویا سامراج نے گزشتہ صدی میں طاقت اور قوت کے نشے میں اقوام عالم کو جو پیغام دیا تھا۔ لگتا ہے وہ پیغام آج خود ہی اپنی موت مر چکا ہے۔ اسی صدی میں چین اور روس کو علیحدہ کر کے عالمی سطح پر کمیونزم کے عدم پھیلاؤ کے لیے جو سدباب کیا گیا تھا وہ ''سدمآرب'' اب زمین بوس ہوچکی ہے۔ کیونکہ چین اور روس نے اپنے سرحدی تنازعات نہ صرف ختم کرلیے بلکہ اپنی خارجہ پالیسی ایک کرکے گزشتہ اتحاد کے اندر دڑاڑیں ڈال کر اسے تہس نہس کردیا۔ آج جدید چین ڈینگ زیاؤپنگ کے تصورات کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے۔ اسی طرح روس مشرقی یورپ کی لیڈرشپ کے ساتھ اپنے عالمی کردار کے حوالے سے ترقی کے مدارج طے کررہا ہے۔

www.rahimia.org

خطبہ جمعۃ المبارک

# مال اور اولاد کی بے جا محبت کے خطرناک نتائج

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 11 دسمبر 2009ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم، امّا بعد: قال الله تعالیٰ: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝ (۶۳ : ۹) صدق الله العظیم.

معزز دوستو! جمعۃ المبارک کا برکت والا دن مسلمان معاشروں کے لیے غور وفکر اور دینی شعور کے حصول کا دن ہے۔ جمعۃ المبارک کے موقع پر ان خطبات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے اجتماعی مسائل پر غور وفکر کریں اور ان میں جو کمزوریاں ہیں، ان کا جائزہ لیں۔ اور ان کو دور کرنے کے لیے درست حکمتِ عملی اور طریقۂ کار اختیار کریں۔ نصیحت کا حاصل کرنا اس دن کی بنیادی خصوصیات میں سے ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ نصیحت محض کسی رَسمی وعظ یا اصلاحی عمل کا نام نہیں ہے کہ جس کو سن کر خاص طرح کی وجدانی کیفیت طاری ہو جائے۔ اور عملی اقدامات کچھ نہ کیے جائیں۔ بلکہ ''نَصَحَ'' عربی میں کہتے ہیں پھٹے ہوئے کپڑے کو سینا اور اس میں موجود سوراخ کو رفو کرنا۔ اب نصیحت کا مطلب ہے کہ انسانی اَخلاق واعمال وغیرہ میں جو کوتاہی اور کمزوری موجود ہو تو اس کو ختم کرنے کی درست جدوجہد کرنا۔

قرآن حکیم جا بجا انسانی معاشروں کی کمزوریوں کو درست خطوط پر حل کرنے کا طریقۂ کار بیان کرتا ہے۔ انسانی معاشرے کی سب سے بڑی کمزوری وہ ہے، جس کا اظہار اس کے مالی معاملات میں ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے اس کی نشان دہی فرمائی ہے۔ مالی معاملات درست خطوط پر قائم ہوں اور انسانی معاشرے میں دولت کی سرکولیشن تمام انسانی طبقات میں یکساں اور مسلسل ہو تو ایسا معاشرہ ترقی کرتا ہے۔ اس ترقی کے راستے میں جتنی بھی رُکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں اہم ترین رُکاوٹ یہ ہے کہ کسی بھی جگہ پر دولت کا ارتکاز پیدا ہو جائے، یہ کسی بھی سماج کا بہت بڑا نقص ہوتا ہے۔ عام طور پر مالی معاملات میں خرابی اس لیے پیدا ہوتی ہے کہ مال سے محبت حد سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ معاشرے کے کچھ مخصوص طبقات سرمایہ پرستی کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں مالی بدعنوانی اور معاشرے میں طبقاتی معاشی نظام قائم ہو جاتا ہے۔ اور مال کا ایسا استعمال کیا جاتا ہے کہ سارے انسانوں کو فائدہ پہنچنے کے بجائے ایک مخصوص طبقے کو فائدہ پہنچایا جاتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی قرآن حکیم نے انسانی معاشرے کی اس کمزوری کی نشان دہی کی ہے اور بتلایا ہے کہ انسانی معاشرے میں ترقی کے راستے میں سب سے بڑی رُکاوٹ مال کی بے جا محبت ہے۔ چوں کہ مال کی محبت انسان میں ایسی غفلت پیدا کرتی ہے کہ جس سے وہ شریعت پر عمل کرنے سے غافل ہو جاتا ہے۔ سماج کی ترقی کے بنیادی اقدامات سے روگردانی کرتا ہے۔ اسی لیے مسلمان جماعت کو کہا گیا کہ: ''اے ایمان والو! تمہارے مال تمہیں غفلت میں مبتلا نہ کریں۔'' تمہاری ترقی کا جو راستہ مسلسل آگے بڑھنے کا ہے وہ مال کو انسانی خدمت میں خرچ کرنے کا ہے۔ اگر مالی معاملات میں رُکاوٹ پیدا ہو جائے اور ان میں کمزوری پیدا ہو جائے۔ اور وہ انسانی معاشرے کی ترقی میں رکاوٹ بن جائے تو یہ بڑی کوتاہی کی بات ہے۔ جب انسان کے دل میں مال کی محبت پیدا ہو جائے تو یہ ایک مرض ہے۔ قرآن حکیم نے اس بات کی نشان دہی کی کہ انسانی قلب کے امراض میں سے بہت بڑا مرض مال سے محبت کا پیدا ہونا ہے۔ اور جب تک اس مرض کا علاج نہیں ہوتا، اس وقت تک انسانیت ترقی نہیں کر سکتی۔ اسی لیے تمام صوفیا کرام کے ہاں ''حُبِّ مال'' انسانی قلب کی اصلاح میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ جب تک دل سے مال کی محبت نہیں نکلتی، اس وقت تک انسان کی روحانی ترقی بھی نہیں ہوتی۔ جس سوسائٹی میں مال کی محبت حد سے زیادہ پائی جاتی ہو، وہاں بسنے والے افراد بظاہر خواہ کتنی ہی نمازیں پڑھ لیں، رسمی طور پر عبادات کر لیں، وہ حقیقی ترقی نہیں کر سکتی۔ اس معاشرے کے افراد آگے نہیں بڑھ سکتے، جن کے دلوں میں سرمایہ پرستی کا مرض پیدا ہو چکا ہے۔ اسی لیے صوفیا کرام کے ہاں قلب کی حفاظت کو روحانی ترقی کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ قلب کی کیفیات پر نظر رکھی جائے کہ وہ کیا عزائم سوچتا ہے؟ اور اس کی نیت کیا ہے؟ نیت کا فساد کس نوعیت کا ہے؟ دل میں مال کی محبت کی وجہ سے نیت کی خرابی ہے تو اس کیفیت کے ساتھ جتنا چاہے اچھا اور بڑا عمل کر لیں، اس کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ اس لیے دل کو مال کی محبت سے پاک کرنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم نے فرمایا کہ مال بے شک تمہارے ہیں، لیکن جب تم حد سے زیادہ ان سے محبت کا اظہار کرو گے تو یہ مال تم کو غفلت میں مبتلا کر دے گا۔

دراصل یہاں اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ایک طرف مال انسانی ضرورت ہے اور انسان کی دنیوی اور معاشی زندگی اس کے بغیر آگے نہیں بڑھتی کہ وہ اپنے لیے، بیوی بچوں کے لیے اور انسانی معاشرے کے لیے مال خرچ کرے۔ اب اگر دو انتہائیں پیدا ہو جائیں۔ ایک یہ کہ اگر مال سے نفرت پیدا ہو جائے تو دنیا کی معاشی زندگی کیسے آگے بڑھے گی۔ اور دوسری انتہا یہ کہ مال کی اتنی محبت پیدا ہو جائے کہ انسانوں کے حقوق کا استحصال شروع کر دیا جائے۔ یہ انسانی قلب کا مرض ہے۔ ہمارے معاشرے کا ایک المیہ یہ ہے کہ یہ دونوں نقطۂ نظر جن کا تعلق انتہا پسندی کے ساتھ ہے، ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ ایک طرف دین کے نام پر کام کرنے والے لوگ ہیں، جن کے ہاں اقتصادی نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا اور معاشی فلاح و بہبود کے لیے کوشش کرنے کو لازمی اور ضروری تصور نہیں کیا جاتا اور دوسری طرف مال کی محبت اتنی حد سے تجاوز کر گئی کہ باقی انسانی حقوق پامال کر دیے جاتے ہیں۔ حیوانیت اور بہیمیت کا غلبہ ہو گیا ہے۔ یہ دونوں رویے دراصل انسان میں اللہ کی یاد کے حوالے سے غفلت پیدا کرتے ہیں۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا کہ: ''كَادَ الْفَقْرُ أنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا'' کہ بھوک اور غربت انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ غفلت اس حوالے سے ہے کہ ذلت کو ذلت نہیں سمجھا جا رہا اور بھیک مانگنے کو برا تصور نہیں کیا جاتا۔ حضرت حکیم بن حزامؓ اپنی کسی ضرورت کے سلسلے میں حضورؐ سے مانگنے کے لیے آئے تو حضورؐ نے ان کو دے دیا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر آئے تو آپؐ نے پھر دے دیا۔ تیسری دفعہ پھر آ گئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ''یاحکیم! الید العُلیا خیرٌ من یَّد السُّفلٰی'' ''اے حکیم! دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔'' وہ عقل مند تھے۔ اس لیے فوراً سمجھ گئے۔ اور فرماتے ہیں کہ: ''اس دن سے لے کر آج تک، میں نے کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔'' عزت کے ساتھ اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خود محنت کی اور جدوجہد اور کوشش کی۔

قلب کی غفلت یہ بھی ہے کہ انسان غربت وافلاس کو اپنا مقدر سمجھ کر اُسے قبول کر لے۔ اور ذلت، رُسوائی اور پستی کی حالت میں زندگی بسر کرنا قبول کرے۔ اور انسان میں سے سماحتِ نفس اور بلندیٔ نفس ختم ہو جائے۔ ذلت پر قناعت کرے۔ یہ غفلت ہے۔ قرآن نے فرمایا کہ: ''تمہارے مال تمہیں اللہ کے ذکر سے غفلت میں مبتلا نہ کریں۔'' محققین صوفیا صرف مال کی مذمت اور برائی ہی بیان نہیں کرتے بلکہ جیسا قلب کا مرض ہوتا ہے، اس کے مطابق اس کا علاج کرتے ہیں۔ ایک آدمی کی غفلت یہ ہے کہ اس کو اپنے اقتصادی اور معاشی حقوق کا شعور ہی نہیں، بلکہ اس نے غلامی اور پستی پر قناعت کر لی ہے۔ اس کی غفلت دور کرنے کا طریقۂ کار یہ ہے کہ اس کو معاشی حقوق کا شعور دیا جائے اور عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھلایا جائے۔ سماحتِ نفس، بلندیٔ نفس اور غیرت وحریت وغیرہ اچھے اَخلاق اس کے اندر پیدا کیے جائیں۔ جراُت و ہمت کے ساتھ اپنے معاشی معاملات کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔ تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے۔ اور اپنی معاشی کفالت کا خود بندوبست کر لے۔ جیسا کہ ایک صاحب حضورؐ سے مانگنے کے لیے آئے تھے تو آپؐ نے ان کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں فروخت کر کے اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرنے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی حکمتِ عملی بتائی۔

غفلت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسانوں میں سرمایہ دارانہ ذہنیت اور سرمایہ پرستی کا مرض پیدا ہو جائے۔ اور عام طور پر ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ ظالمانہ سسٹم اپنے استحصالی نظام کے ذریعے لوگوں میں یہ مرض پیدا کرتا ہے۔ عام عوام کی بات نہیں ہوتی، کیوں کہ وہ تو سسٹم اور نظام کے تابع چلتے ہیں۔ اب

www.rahimia.org

ایسا نظام جو سرمایہ پرستی اور حیوانیت کو معاشرے پر غالب کر دے تو اس دوسری غفلت کا علاج دوسرا ہے۔اس کا علاج یہ ہے کہ ایسے استحصالی نظام کی بالا دستی اور اس کے تکبر کو توڑا جائے۔اور یوں سرمایہ پرستی کے مرض کا خاتمہ کیا جائے۔سرمایہ پرستی کے نظام کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں مال کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔اور مالی وسائل کی بنیاد پر انھوں نے پوری سوسائٹی کو یرغمال بنا رکھا ہے، اس کو ختم کیا جائے۔اسی لیے علما نے فرمایا ہے کہ اگر انسانی سوسائٹی میں ایسا ماحول ہو جو کہ سرمایہ پرستی اور انسانی خواہشات کا غلبہ پیدا کر رہا ہو۔اور جس کی وجہ سے تم اللہ کی یاد سے غافل ہو تو اس غفلت کو توڑنے کے لیے اس ظالمانہ سسٹم اور نظام کو توڑنا ضروری ہے۔عوام جو کہ اس نظام کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں، ان کو ڈرانا کوئی عقل مندی کا عمل نہیں ہے۔ان کے اندر تو ظالمانہ سیاسی اور معاشی نظام کی وجہ سے پہلے ہی پستی پیدا ہو چکی ہے۔ان کو تو اپنے معاشی حقوق کا شعور دینا ضروری ہے۔انبیا علیہم السلام کا طریقۂ علاج بھی یہی ہے کہ پسے ہوئے طبقات میں بلندئ نفس پیدا کر کے عزت وافتخار کے ساتھ زندگی گزارنے کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔اور جن لوگوں نے طبقاتی نظام قائم کر رکھا ہے تو ان کی حیوانیت کو توڑ کر انسانیت کے دائرے میں داخل کرنا، ان کا علاج ہے۔

اسی لیے صوفیا کرام کے ہاں ہر آدمی کے لیے ایک ہی علاج نہیں ہے۔آج کے دور کی یہ بڑی غفلت ہے کہ ایک ہی لاٹھی سے تمام کو ہانکنے کی بات کی جاتی ہے۔وعظ ونصیحت کے نام پر جو لٹریچر لکھا جا رہا ہے یا دعوت وتبلیغ کی جا رہی ہے تو وہ سب کے لیے ایک جیسی ہے۔حال آں کہ ہر آدمی کا علاج اس کے مرض کے مطابق ہوتا ہے۔تمام مریضوں کے لیے ایک دوائی نہیں ہو سکتی۔بلکہ ڈاکٹر تشخیص کے بعد ہر مرض کے لیے اس کے مزاج کے مطابق الگ دوا تجویز کرتا ہے۔اسی طرح خانقاہی نظام اور اولیاء اللہ کی تعلیمات میں اس بات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ جو فرد اصلاح کے لیے آیا ہے تو اس کا مرض کیا ہے۔اس کے مطابق اس کی اصلاح کی جاتی ہے۔یہ تو ممکن ہے کہ چند مریضوں کے لیے ایک دوائی ہو، لیکن خوراک کی مقدار کا فرق ضرور ہوگا۔کہ کون سا مریض کتنی خوراک سے درست ہوتا ہے۔شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے لکھا ہے کہ پہلے بزرگوں کی حیوانیت بڑی قوی تھی۔ان کی جسمانی طاقت اونچے درجے کی تھی۔اس لیے ان کے وظائف اور مجاہدے بھی زیادہ ہوتے تھے۔جیسی ان کے جسم کی ساخت تھی ویسا ہی ان کا علاج تھا۔آج لوگوں میں بہیمیت اور حیوانیت کمزور ہو گئی ہے۔غلامی کے دو سو سالہ دور کی وجہ سے وہ پستی اور ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

> **لوگوں کو ڈرا ڈرا کر مار دینا، دراصل ان کی روحانیت کو بہت نقصان پہنچانا ہے۔**
> **ان کا علاج یہ ہے کہ ان کے دل ودماغ سے غلامی کے اثرات کو ختم کرنا چاہیے۔اور ان میں حریت، آزادی اور غلبے کا شعور پیدا کرنا چاہیے۔**

اب ذکر اللہ کرنے کے کتنے فوائد اور ثمرات ہیں، لیکن اس کے ذریعے سے ہر ایک آدمی اپنا علاج خود نہیں کر سکتا ہے۔بلکہ دلوں کے امراض کے علاج کرنے کے لیے ذکر اللہ کرنے کے کچھ اصول اور ضابطے ہیں۔مشائخ سے پوچھے بغیر ذکر نہیں کیا جا سکتا۔کیوں کہ ہر آدمی کی کیفیت دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ذکر ایک ایسا طاقت ور عمل ہے کہ اس کو برداشت کرنے کے لیے ایک طاقت ور رُوح اور جسم کی ضرورت ہے۔اس کے بغیر ذکر اللہ کے پورے اثرات ونتائج ظاہر نہیں ہوتے۔عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے بڑے اَوراد، بہت سے وظائف کر لیے، لیکن نتیجہ ظاہر نہیں ہوا۔یاد رکھیں! کہ جب تک شیخ کی طرف سے تلقین نہ ہو، اس وقت تک ذکر اللہ کے پورے نتائج ظاہر نہیں ہوتے۔اگرچہ ثواب تو مل جائے گا، لیکن اصل مرض کا علاج نہیں ہوگا۔بلکہ علاج کے لیے تو مخصوص طریقۂ کار کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔جس سطح کا مرض ہے تو اس کے لیے صحیح معالج سے وابستہ ہو کر اسی سطح کا علاج کیا جا سکتا ہے۔شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ نے لکھا ہے کہ جو آدمی قادریہ سلسلے کا ذکر بلند آواز سے کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرغن غذائیں کھائے ورنہ دماغی خشکی پیدا ہو جائے گی۔اور اس کے دماغ میں خرابی پیدا کر دے گی۔

موجودہ دور میں مالی معاملات میں ایک غفلت تو یہ کہ پستی، غلامی اور ذلت کو قبول کر لیا گیا ہے۔تو اللہ کے ذکر سے غافل ہو گئے تو اس کا علاج یہ ہے کہ معاشی حقوق کا احساس دلایا جائے۔اور دوسری طرف وہ سسٹم اور نظام چلانے والا طبقہ ہے جو کہ اس نظام کی بنیاد پر انسانوں کو غلام بناتا ہے۔اس کا علاج اس کے تکبر اور غرور کو توڑتا ہے۔اس کے سرمایہ پرستی کے نظام کو ختم کرنا ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ: ''تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔'' اس آیت کا دوسرا پہلو اولاد کے حوالے سے ہے۔نسل انسانی کے فروغ کے لیے اپنی اولاد کی تربیت کرنا ایک فطری عمل ہے۔اور انسانی معاشرے کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔لیکن اگر اولاد کی محبت حد سے زیادہ بڑھ جائے اور اس کے نتیجے میں انسان اللہ کے قوانین کو پامال اور نظر انداز کر دے تو یہ بہت بڑی خرابی کی بات ہے۔اب یہی اولاد انسانیت کے لیے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔اگر اولاد نہ ہو تو ہر انسان اس کی خواہش کرتا ہے جو کہ انسان کا فطری تقاضا ہے۔اگر سب لوگ یہ کہیں کہ ہمیں اولاد کی کیا ضرورت ہے۔تو نسل انسانی کی افزائش میں یہ بہت بڑی رکاوٹ بن جائے گی۔اگر کوئی انسان اولاد اور بیوی بچوں کی پرورش وتربیت چھوڑ دے تو وہ ضائع ہو جائیں گے۔ناکارہ بن جائیں گے۔اگر ایسے اعمال شروع کر دیے جائیں، جس کی بنیاد والدین اور اولاد سے تعلقات ختم کرنا ہو تو ان کی تربیت کیسے ہوگی۔یہ ایک طرح کی غفلت ہے۔

اس حوالے سے غفلت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان اولاد کی خاطر تمام بُرے اعمال کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔رشوت لینا، انسانی حقوق کو پامال کرنا، بُرا تصور نہ کرے۔اور اجتماعی تقاضوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔اس پر قرآن نے فرمایا کہ دیکھو تمہاری اولاد تمہیں غفلت میں مبتلا نہ کر دے کہ تم حد سے تجاوز کر جاؤ، بلکہ اعتدال کا راستہ اختیار کیا جائے کہ اولاد کی ضروریات تو پوری کی جائیں لیکن دوسرے انسانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر نہیں بلکہ اپنے وسائل، اپنی جدوجہد اور کوشش سے رزق حلال کما کر اولاد کی پرورش کی جائے۔اور اللہ کے حقوق کو توڑنے سے گریز کیا جائے۔یہ اعتدال کی حالت پیدا کرنا ایک مسلمان جماعت کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔اور پھر جو حقیقی اولاد ہے، وہ تو اس میں شامل ہی ہے۔اسی کے ساتھ قوم کے بچے، اور نسل انسانی کی تعلیم وتربیت کے لیے کوشش کرنا بھی انسانی معاشرے کے بنیادی تقاضوں میں سے ہے۔کہ قوم کے بچوں کے متعلق یہ دیکھنا کہ کہیں ہماری یہ اولاد ایسے راستے پر تو نہیں جا رہی جو کہ ان کی دنیا اور آخرت میں ناکامی کا ذریعہ بن جائے۔اس کی فکر کرنا اور اس کے لیے ایسا نظام تعلیم بنانا جو ان میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کا اعلیٰ شعور پیدا کرے۔اس عمل سے غافل ہو جانا اور اپنی قوم کی اولاد کو دوسروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا بڑی غفلت ہے۔

گزشتہ دو اڑھائی سو سال سے ہماری اولاد اَغیار کے رحم وکرم پر ہے۔وہ تعلیم حاصل کرتی ہے تو سامراجی نقطۂ نظر سے، اگر وہ ملازمت حاصل کرتی ہے تو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے آلۂ کار کے طور پر، وہ ذلت وغلامی پر قناعت اختیار کرتی ہے۔اور جھوٹے لیڈروں اور مفاد پرستوں کی قیادت کو تسلیم کر لیتی ہے۔مسلمان جماعت کی اولاد اَغیار کے قبضے میں ہے۔اور وہ اَغیار کی سیاست، معیشت اور اَخلاقیات حاصل کرتی ہے۔انہی کے سسٹم اور نظام کا آلۂ کار بنتی ہے۔یہ بہت بڑی غفلت ہے۔ایسے موقع پر مسلمان جماعت کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کو حریت کا شعور دے اور آزاد قوموں کی طرح ان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے چاہئیں۔غلبۂ دین کے نظریے کو ان تک منتقل کرنا چاہیے تاکہ وہ ترقی کر سکیں۔

اس آیت میں مال اور اولاد کے سلسلے میں مسلمان جماعت کے لیے بنیادی امور کی نشان دہی کی گئی ہے۔اب اس حوالے سے اپنی کمزوریوں کو دور کرنا مسلمان جماعت کی ذمہ داری ہے۔قرآن نے فرمایا کہ جس انسان نے یہ کمزوری قبول کر لی۔اور مال کی اور اولاد کی وجہ سے غفلت میں پڑ گیا تو وہ خسارے میں ہے۔بظاہر اس کا عقیدہ کتنا ہی عمدہ ہو اور اس کے انفرادی اعمال کتنے ہی خوب صورت کیوں نہ ہوں۔اگر اس میں یہ کمزوری موجود ہے تو وہ خسارے میں ہے۔اس کے خسارے کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔قرآن حکیم کی یہ آیت ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتی ہے کہ ہم اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی حکمت عملی اختیار کریں۔آمین

رفتارِ کار

# حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کا دورۂ سندھ

رپورٹ: عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ/ ملک عمران، کراچی

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سندھ کے احباب اور خانقاہ کے متعلقین اور متوسلین کی درخواست پر تقریباً ایک سال کے بعد سندھ کے دورے پر تشریف لائے۔ آپ مؤرخہ 24 فروری 2010ء، بروز بدھ کو دن کے 11 بجے لاہور سے کراچی بذریعہ ہوائی جہاز تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ بھی تھے۔ تقریباً 01:30 بجے کراچی ایئرپورٹ پر کراچی اور حیدرآباد کے احباب نے آپ کا پُرتپاک استقبال کیا۔ ایئرپورٹ سے سیدھا آپ جناب جان محمد گدارو صاحب کے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ جہاں احباب نے آپ سے ملاقات کی۔ نمازِ ظہر اور کھانے کے بعد آرام فرمایا۔ اور عصر کی نماز کے بعد ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) کی کراچی شاخ کے افتتاح کے لیے راشد منہاس روڈ پر تشریف لائے۔ جہاں آپ کی آمد سے تقریباً دس روز قبل ادارے کے لیے ایک مکان خریدا جاچکا تھا۔ 06:00 بجے آپ نے ادارے میں افتتاحی تختی کی نقاب کشائی کی۔ اس موقع پر کراچی، حیدرآباد کے اکثر احباب تشریف فرما تھے۔ نمازِ مغرب سے قبل تمام دوستوں نے حضرت سے مصافحہ کیا۔ بعدازاں نمازِ مغرب ادا کی گئی۔ اور پھر مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ آدھ پون گھنٹہ تمام احباب نے خوب دل جمعی سے ذکر اللہ میں مشغولیت رکھی۔ اور پھر ادارے کے بڑے ہال میں نمازِ عشا ادا کی گئی۔ اسی دوران حضرت مولانا مختار حسن صاحب بھی پشاور سے تشریف لے آئے۔ جب کہ حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب دوپہر میں ہی تشریف لا چکے تھے۔ عشا کی نماز کے بعد افتتاحی تقریب کے حوالے سے خطابات کا آغاز ہوا۔ جس میں سب سے پہلے جناب انجینئر آفتاب احمد عباسی نے ابتدائی گفتگو فرمائی۔ اور اس ادارے کے قیام کے حوالے سے دوستوں نے جو محنت اور جدوجہد کی تھی، اس کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ان کے بعد جناب مولانا مختار حسن نے ''مراکزِ دینیہ کی اہمیت'' پر خطاب فرمایا۔ ان کے بعد ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ادارے کے اغراض و مقاصد اور ادارے میں علومِ قرآنیہ کے حوالے سے دس علوم پڑھائے جانے کی تفصیلات اور دیگر سرگرمیوں کی وضاحت کی۔ اور مفصل خطاب فرمایا۔ آخر میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے مختصر نصائح اور ارشادات فرمائے۔ اور دعا فرمائی۔

24 فروری سے 07 مارچ تک حضرت اقدس مدظلہ العالی کا قیام کراچی میں رہا۔ اور اس دوران روزانہ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر کا انعقاد ہوتا رہا۔ جس میں کراچی اور اندرونِ سندھ کے احباب بڑے ذوق شوق سے شرکت کرتے رہے۔ اس دوران پروفیسر ڈاکٹر عبدالمقیت شاکر علیمی اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالودود علیمی اور حکیم ایس ایم اقبال صاحب بھی ان مجالس میں شرکت فرماتے رہے۔ اور دن بھر کراچی سے تعلق رکھنے والے بہت سے نوجوان احباب، یونیورسٹیز کے طلبا اور متعلقین و متوسلین کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ اس موقع پر مولانا مختار حسن صاحب، مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کے خطابات اور مختلف موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی دوران نوشہرہ کے دوست سید عمیر بابر زیدی کی تقریبِ نکاح اور ولیمہ میں حضرت اقدس مدظلہ العالی نے شرکت فرمائی۔

مؤرخہ 26 فروری، بروز جمعۃ المبارک کو حضرت اقدس مدظلہ العالی نے جامع مسجد رحمانیہ بفرزون کے خطیب مولانا عطاء الرحمٰن شیرازی کی دعوت پر ان کی مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ نمازِ جمعہ سے قبل ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب فرمایا۔ اور نمازِ جمعہ پڑھائی۔ اس موقع پر جامع مسجد رحمانیہ کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ اور گردونواح سے بہت سے لوگ حضرت رائے پوری کی زیارت اور ملاقات کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور پھر نماز کے بعد بہت سے لوگ حضرت اقدس رائے پوری کے ہاتھ پر بیعت ہوکر سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور میں داخل ہوئے۔ مولانا شیرازی صاحب نے اس موقع پر تمام احباب کے لیے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ نمازِ عصر تک واپس ادارے میں تشریف آوری ہوئی۔

مؤرخہ 02 مارچ، بروز منگل حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ حیدرآباد کے لیے روانہ ہوئے۔

جناب شہزاد اللہ رکھا صاحب اپنی گاڑی میں حضرت اقدس مدظلہ العالی کو حیدرآباد لے گئے۔ صبح 10:00 بجے کے قریب حیدرآباد میں مدرسہ فتح الاسلام، حُر کیمپ میں تشریف آوری ہوئی۔ اس موقع پر مدرسے کے مہتمم مولانا محمد اشرف اُنڑ صاحب اور حیدرآباد کے دیگر تمام احباب اور مدرسے کے طلبا موجود تھے۔ جنھوں نے حضرت اقدس مدظلہ العالی کا پُرتپاک استقبال کیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ، انجینئر آفتاب احمد عباسی اور مولانا اشرف صاحب کے ہمراہ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد حاجن شیخ صاحب سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے حالاتِ زندگی پر اپنا پی ایچ ڈی کا تھیسز ''مولانا عبیداللہ سندھیؒ: ایک انقلابی مفکر'' لکھا تھا۔ جو انگریزی میں ادارہ تاریخ و ثقافت، اسلام آباد سے طبع ہوچکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے بھرپور عقیدت رکھتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ لوئر ریجن کراچی اور حیدرآباد میں تبلیغی جماعت کے امیر بھی ہیں۔ ان کے پاس سے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تحریر کرائی ہوئی وہ اَمالی دستیاب ہوئی، جو کابل میں مولانا سندھیؒ کے شاگرد جناب ظفر حسن ایبکؒ نے لکھی تھی۔ چار جلدوں میں یہ امالی ''الدین والسیاسۃ فی القرآن'' کے عنوان سے لکھی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی خواہش تھی کہ ان امالی کو کوئی مستند اور محقق عالم مرتب کرکے شائع کرے۔ چناں چہ انھوں نے کمالِ شفقت سے کام لیتے ہوئے یہ امالی ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کے سپرد کردی۔ انھیں یہ امالی جناب مولانا بشیر احمد لدھیانویؒ سے ملی تھی۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے اپنی پی ایچ ڈی کے تھیسز کے سلسلے میں کافی مواد اکٹھا کیا تھا۔ گھر کی تنگی کی وجہ سے میں اسے سنبھال نہ سکا۔

شام کو 03:00 بجے مدرسہ فتح الاسلام میں حضرت سے ملاقات کے لیے آئے ہوئے احباب اور نوجوانوں کے لیے ایک نشست کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ جس میں ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے دینی حوالے سے نوجوانوں کی ذمہ داریوں پر گفتگو کی۔ اور پھر سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ نمازِ عصر کے بعد حیدرآباد کے معززینِ شہر حضرت اقدس رائے پوری سے ملاقات اور زیارت کے لیے تشریف لائے۔ اور دعا کی درخواست کی۔ نمازِ مغرب کے بعد مدرسے میں واقع مسجد میں مجلس ذکر ہوئی۔ اور عشا کی نماز کے بعد حیدرآباد کے دوست جناب عاصم حسین پٹھان کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی۔ جب کہ ان کا نکاح دو روز قبل کراچی میں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھایا تھا۔ اگلے روز صبح کو حیدرآباد سے واپس کراچی تشریف آوری ہوئی۔

مؤرخہ 7,6 مارچ کو ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ کراچی شاخ میں صوبہ سندھ سے تعلق رکھنے والے قرآنی علوم کے محاضرین کے لیے تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس دوروزہ تربیتی ورکشاپ میں قرآنی موضوعات پر بریفنگز، ڈسکیشنز اور پینل مذاکروں کا اہتمام کیا گیا تھا۔ نیز سوال و جواب پر مشتمل استفادہ نشست بھی منعقد ہوئی۔ اس موقع پر ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ صاحب، مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کی نگرانی میں موضوعات ہوئے۔ اور ان حضرات نے رہنمائی بھی فرمائی۔ نمازِ ظہر کے بعد یہ ورکشاپ اختتام پذیر ہوئی۔

مؤرخہ 07 مارچ کو شام 08:00 بجے حضرت اقدس مدظلہ العالی کے دورۂ کراچی کے حوالے سے اختتامی نشست کا انعقاد ہوا۔ جس میں نئے اور پرانے تمام دوستوں نے بھرپور شرکت کی۔ اس موقع پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے ''نظم و ضبط اور تعلیم و تربیت کے حصول میں صحابہ کرامؓ کی جدوجہد کی اہمیت'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اور حضرت اقدس مدظلہ العالی نے بھی خطاب فرمایا۔ اور اختتامی دعا فرمائی۔ اور پھر تمام دوستوں نے رات کو ہی حضرت اقدس مدظلہ العالی سے الوداعی مصافحہ کیا۔ اگلے روز صبح 05:00 بجے کراچی سے سکھر کے لیے روانگی ہوئی۔

www.rahimia.org

مؤرخہ 08 مارچ کی صبح کو حضرت اقدس مدظلہ العالی کراچی سے سکھر تشریف لائے۔ سکھر ائیر پورٹ پر اندرونِ سندھ: لاڑکانہ، شکار پور، جیکب آباد، محراب پور، پیر جو گوٹھ سے تعلق رکھنے والے متوسلینِ خانقاہ رحیمیہ اور دیگر دوستوں نے استقبال کیا۔ حضرت اقدس ایئر پورٹ سے سیدھا ادارہ رحیمیہ سکھر شاخ میں تشریف لے گئے۔ اوراس کا افتتاح فرمایا۔ اور پھر دو روز یہاں قیام فرمارہے۔ اس دوران ادارہ رحیمیہ سکھر میں روزانہ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر کا اہتمام ہوتا رہا۔ جس میں شہر بھر کے احباب شریک ہوتے رہے۔ اسی روز شام کو محترم جناب ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ صاحب کی صاحبزادی کا نکاح حضرت اقدس مدظلہ العالی نے پڑھایا۔

مؤرخہ 09 مارچ کو دن بھر گردونواح سے آنے والے احباب سے دینی موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ چلتا رہا۔ اور عشا کی نماز کے بعد ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ صاحب کے مکان پر ''دینی غلبے کی اہمیت'' کے موضوع پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب کیا۔ اوران کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی نے مفصل خطاب فرمایا۔ اگلے روز مؤرخہ 10 مارچ کو سکھر سے خیر پور میرس تشریف آوری ہوئی۔ جہاں انجینئر آصف رضا میمن کے مکان پر یونیورسٹیز کے طلبا اور نوجوانوں سے ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے دینی حوالے سے نوجوانوں کی ذمہ داریوں پر گفتگو کی۔ اور سوالات کے جوابات دیے۔ شام کو نمازِ عصر کے بعد پیر جو گوٹھ میں جناب سید اصغر علی شاہ صاحب کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ نمازِ مغرب کے بعد وہاں مجلس ذکر کا انعقاد ہوا۔ جس میں گردونواح کے بہت سے احباب نے شرکت کی۔ کھانے اور عشا کی نماز کے بعد یہاں بھی ایک نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں ''دین اسلام اور انسانیت کے تقاضے'' کے موضوع پر ناظمِ اعلیٰ نے خطاب فرمایا۔

مؤرخہ 11 مارچ کو لاڑکانہ کے لیے روانگی ہوئی۔ اور دو پہر تک جناب انجینئر آفتاب احمد عباسی کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ ظہر کے بعد ''چانڈکا میڈیکل کالج'' کے طلبا اور نوجوانوں سے دینی موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ عصر کی نماز کے بعد خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اور پھر مجلس ذکر کے بعد عمومی نشست رہی۔ جس میں کثیر تعداد میں نوجوانوں نے بھر پور شرکت کی۔ ان تمام پروگراموں میں ناظمِ اعلیٰ نے خطابات کیے اور سوالات کے جوابات دیے۔

مؤرخہ 12 مارچ کو لاڑکانہ سے سکھر واپسی ہوئی۔ اور ریس کورس روڈ پر واقع جامع مسجد میں نمازِ جمعہ سے قبل ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ نے خطاب فرمایا۔ اور نماز پڑھائی۔ اور 03:00 بجے تمام دوستوں نے ادارہ رحیمیہ سکھر میں حضرت سے الوداعی مصافحہ کیا۔ حضرت نے سب کے لیے دعا فرمائی۔ اور پھر ائیر پورٹ کے لیے روانگی ہوئی۔ 05:00 بجے سکھر سے روانہ ہو کر شام 07:00 بجے لاہور واپسی ہوئی۔

## جی سی یونیورسٹی لاہور میں منعقدہ نیشنل کانفرنس سے ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کا خطاب

مؤرخہ 17 مارچ 2010ء بروز بدھ جی سی یونیورسٹی لاہور کے ''سر فضل حسین ہال'' میں شعبۂ علومِ اسلامیہ کے طلبا کی مجلس علومِ اسلامیہ کی جانب سے یونیورسٹی میں ایک نیشنل کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اس کانفرنس کا عنوان ''مسلم تہذیب؛ چیلنجز اور ان کا حل'' تھا۔ اس کانفرنس میں ممتاز پروفیسرز اور ڈاکٹرز نے اپنے مقالات پیش کیے۔ اس موقع پر ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ''سماجی تشکیل کے حوالے سے عالمِ اسلام کو درپیش مسائل اور ان کا حل'' کے عنوان پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ جب کہ ڈاکٹر خورشید الحسن رضوی، ڈاکٹر سعد صدیقی کاندھلوی وغیرہ حضرات نے اپنے اپنے مقالات پیش کیے۔ اس موقع پر طلبا اور طالبات سے کانفرنس ہال بھرا ہوا تھا۔ اس کانفرنس کی صدارت جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے کی۔ جب کہ صدر شعبہ علومِ اسلامیہ جناب ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس صاحب اور مجلس علومِ اسلامیہ کے انچارج ڈاکٹر فاروق حیدر صاحب کی کاوشوں سے یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ طلبا وطالبات نے اس سے بھر پور استفادہ کیا۔

# دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں۔

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال (1): ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے۔ اور ایسے ہی کچھ لوگ دینی مسائل پر بحث کر رہے ہیں۔ تو آنے والے شخص کے لیے سلام کہنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید بآواز تلاوت کرنے والے اور دینی مسائل پر گفتگو میں مصروف حضرات پر سلام نہیں کہنا چاہیے۔ اور اگر کسی نے سلام کہا تو ان پر جواب دینا ضروری نہیں۔

سوال (2): ایک عورت نے اپنے شوہر سے حق مہر کا مطالبہ کیا۔ شوہر نے جواب میں کہا کہ: ''جب میرا نکاح تمہارے ساتھ ہوا تھا، اس وقت بھی میری نیت میں خلل تھا کہ تمہارا مہر نہیں دوں گا۔ خواہ تم معاف کرو یا نہ کرو''۔ عورت بھی مہر معاف کرنا نہیں چاہتی، جب کہ زوجین سے کئی بچے پیدا ہو چکے ہیں۔ کیا یہ نکاح شرعاً درست ہے اور کیا شوہر کا انکار شرعاً درست ہے؟

جواب: عورت کا اپنے شوہر سے حق مہر کا مطالبہ کرنا درست ہے۔ اور یہ اس کا حق ہے۔ اور شوہر کا یہ کہنا کہ میری نیت مہر دینے کی نہ تھی۔ اور میں مہر نہیں دوں گا، غلط ہے۔ البتہ اس تمام عمل سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ خاوند گناہ گار ہے۔ اور مہر کی ادائیگی اس پر لازم ہے۔

سوال (3): ایک شخص، جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ وہ زکوٰۃ کی مقدار سے زیادہ رقم دیتا ہے۔ اور یہ نیت کرتا ہے کہ زائد رقم آنے والے سال کی زکوٰۃ سے منہا کر لوں گا۔ تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

جواب: جس شخص پر زکوٰۃ واجب ہے۔ تو وہ رواں سال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ آنے والے سالوں کی زکوٰۃ بھی دے سکتا ہے۔

سوال (4): محرِم کو احرام کی حالت میں کون کون سے موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے؟ اور کیا موذی جانوروں کو ان کے حملے سے قبل بھی مار سکتا ہے یا نہیں؟ زید کی حالتِ احرام میں بچھو پر نظر پڑی۔ بچھو حملہ آور نہیں ہوا، لیکن زید نے بچھو کو مار ڈالا تو کیا ایسی حالت میں زید مجرم ہے یا نہیں؟ اور بصورتِ مجرم اس پر کتنا جرمانہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب: درجِ ذیل جانوروں کو محرم ان کے حملے سے قبل بھی مار سکتا ہے: سانپ، بچھو، چیل، کاٹنے والا کتا، چوہا، مچھر، پسو، چیچڑی۔ لہٰذا بچھو کے مارنے سے زید پر کوئی کفارہ یا جزا لازم نہیں!۔

سوال (5): مسبوق (جو پہلی رکعت کے بعد امام کے ساتھ نماز میں شامل ہوا) نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، لیکن فوری اس کو یاد آ گیا کہ اس کے ذمے ابھی کچھ رکعتیں باقی ہیں۔ چناں چہ اس نے کھڑے ہو کر بقیہ رکعتیں مکمل کیں۔ اور سلام پھیرا۔ کیا یہ نماز درست ہے؟

جواب: بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیرنے سے مسبوق کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ البتہ سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ اس لیے بقیہ رکعتیں مکمل کرنے کے بعد سجدہ سہو کرے گا۔ بصورتِ دیگر نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔

سوال (6): ایک شخص کی اپنی اہلیہ سے کسی مسئلے پر بحث ہوئی۔ اہلیہ نے گفتگو میں کچھ سخت الفاظ استعمال کیے۔ جس پر اس کے خاوند نے کہا کہ: ''تو میری بیوی ہے یا ماں؟'' تو ان الفاظ کے استعمال کرنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟

جواب: یہ الفاظ: ''تو میری بیوی ہے یا ماں؟'' سوالیہ طریقے پر استعمال ہوئے ہیں۔ اور ان سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ البتہ ایسے الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے۔

www.rahimia.org

# اہلِ حق کے اتباع کی اہمیت اور ضرورت

خطاب حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

(ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ کراچی شاخ کے افتتاح (24 فروری 2010ء) سے لے کر مؤرخہ 8 مارچ تک حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کراچی میں قیام فرما رہے۔ اس دورے کے اختتام پر مؤرخہ: ۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ/ 07 مارچ 2010ء، کو اختتامی نشست سے سب سے پہلے ناظمِ اعلیٰ نے ''نظم وضبط اور تعلیم وتربیت کے حصول میں صحابہ کرامؓ کی جدوجہد کی اہمیت'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اور آخر میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی نے درجِ ذیل خطاب فرمایا:)

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: میرے دوستو! ہمارے اور آپ سب کے لیے بڑا خوشی کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور اپنے خاص بندوں کی طرف ہمیں متوجہ کردیا۔ اور ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہوئی۔ حضورؐ سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ آپ کا جنت میں بڑا اونچا مقام ہوگا۔ اور ہمارا درجہ نیچے ہوگا، اس طرح تو ہم آپ کی صحبت اور تعلق سے محروم ہوجائیں گے۔ ایسی جنت کا ہم کیا کریں گے؟ حضورؐ نے جواب میں فرمایا کہ: ''المرأ مع من أحب'' آدمی جس سے محبت کرتا ہوگا تو جنت میں بھی اس کے قریب ہوگا۔ ان بزرگوں سے اگر ہماری نسبت بڑھ جائے تو ہمارے لیے بڑی فخر کی بات ہے۔ اور یہ جو ہم دعا مانگتے ہیں کہ: ''یا اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا'' اور وہ راستہ انبیاؑ، صحابہؓ اور اولیاء اللہ کا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ ہماری جماعت کی جدوجہد ان ہی سچے لوگوں سے محبت پیدا کرنے اور ان کا راستہ اختیار کرنے کی ہے۔ اور حضورؐ نے ارشاد بھی فرمایا کہ زوال کے دور میں وہی جماعت درست ہوگی، جو ''ماأنا علیه و أصحابی'' میرے اور میرے صحابہ کرامؓ کے نظریے پر کام کرے گی۔

آج بہت ساری جماعتیں ہیں، ان کو پہچاننے کے لیے ہمارے سامنے یہ معیار ہونا چاہیے کہ کیا ان کا نظریہ اور عمل حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے نظریے اور عمل کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا ان کے اپنے تصورات اور خیالات ہیں؟ اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساری جماعتیں اپنے بارے میں حق ہونے کا دعویٰ کریں گی، لیکن وہ درست نظریے پر نہیں ہوں گی۔ حق پر ایک ہی جماعت ہوگی، جس کی سوچ، نظریہ اور عمل صحابہ کرامؓ کے مطابق ہوگا۔ اور یہ بات بڑی واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ کی ساری زندگی ظلم کو مٹانے اور عدل و انصاف کو غالب کرنے کے لیے وقف تھی۔ اور صحابہ کرامؓ کا یہ نظریہ صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ کل انسانیت کے فائدے کے لیے تھا۔ اس لیے صحابہ کرامؓ کی جتنی شہادتیں ہوئی ہیں، تو آپ دیکھیں گے کہ ظالموں سے لڑ کر اور مظلوموں کو آزادی دلا کر ہوئیں۔ کہیں ایران کے مظلوموں کو جنگ لڑ کر ظالموں سے نجات دلائی اور کہیں مظلوم عیسائیوں کو ظالم عیسائی حکومتوں سے آزادی دلائی۔

آج جب کہ غلامی کے اثرات کی وجہ سے ہمارے اَخلاق اور رویے درست نہیں رہے۔ ایسے ماحول میں نوجوان دوستوں کی یہ تڑپ کہ وہ اہل حق اور ان کے بتلائے ہوئے راستے کی تلاش میں جدوجہد کرتے ہیں، ہمارے لیے بڑی خوشی اور کامیابی کی بات ہے۔ جیسے کہ فرمایا گیا کہ: ''أحب الصالحین و لست منهم، لعل الله یرزقنی صلاحاً'' ہم نیک تو نہیں ہیں، لیکن نیک لوگوں کی محبت دلوں میں موجود ہے۔ اور ہمارے دل میں یہ یقین ہے کہ ان کی محبت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیک بنائے گا۔ ماشاء اللہ یہ حضورؐ کی پیدائش کا مہینہ ربیع الاول ہے۔ اور الحمد للہ اس ادارے میں یہ سارا مجمع اسی محبت کے اظہار کے لیے جمع ہے۔ اور ہم مظلوموں کی حمایت میں کام کر رہے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی نصیب فرمائے۔ اور استقامت عطا فرمائے۔

میرے دوستو! ہم نے یہ سمجھنا ہے کہ یہ جو ہم کام کر رہے ہیں۔ یہ درحقیقت ہمارا ایمانی فریضہ ہے۔ کوئی آدمی ہماری بات مانے یا نہ مانے ہم نے تو اپنا ایمانی فریضہ سرانجام دینا ہے۔ ظالموں کے خلاف اور مظلوموں کی حمایت میں شعور دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت پیدا کرنی ہے۔ اس سے بڑی عبادت کوئی نہیں۔ آپ دیکھیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ: ''الخلق کلهم عیال الله ، فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عیاله'' سارے لوگ اللہ کا کنبہ ہیں۔ اب جو آدمی اللہ کے کنبے سے محبت رکھے گا تو اس سے پتہ چلے گا کہ اس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت نہیں تو پھر وہ مفاد پرستی کی محبت ہے۔ تو آج اس اَخلاق کو زندہ کرنا، دراصل صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ کا اُسوہ ہے۔

اسی طرح آج کے ماحول میں انفرادی سوچ کو ختم کر کے اجتماعی سوچ پیدا کرنا، دراصل انبیا کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور دنیا میں ہمارا یہ نظریہ ہونا چاہیے کہ انسانوں کے دو طبقات ہیں۔ ایک ظالم، دوسرا مظلوم۔ آج ظالم طبقہ ہر نظام میں پانچ فی صد ہوتا ہے۔ جب کہ پچانوے فی صد طبقہ مظلوم ہے۔ اگر ہم اپنے اندر انسانیت دوستی کا اَخلاق پیدا کرلیں۔ اور اسی کی دعوت دیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پچانوے فی صد تک عام لوگ ہمارے دین کی دعوت کا میدان بنیں گے۔ یہ قرآن اور حضورؐ کا دیا ہوا نظریہ ہے۔ کوئی بھی سامراجی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کیوں کہ سامراجی ممالک کے عوام کو جب سیاسی شعور دیا جائے گا تو وہ خود اپنے ظالمانہ سیاسی نظام کو ختم کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ آج اقوام اجتماعیت کی طرف جا رہی ہیں۔ مصنوعی ''اقوام متحدہ'' سامراج نے اپنے مفادات کے لیے اپنی سرپرستی میں قائم کی ہوئی ہے۔ جو کہ ظالموں کی نمائندگی کا کردار ادا کرتی ہے۔ اور مظلوموں پر ظلم ڈھاتی ہے۔ جب کہ حقیقی اقوام متحدہ عدل وانصاف کے انقلاب کے بعد پیدا ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمیں اس پر خوش ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں درست نظریہ دیا۔ اس پر ہم اپنا ایمان اور یقین بناتے رہیں۔ ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ جن علمائے حق کی ہم اتباع کرتے ہیں، وہ اہل انعام ہیں۔ وہ انبیا کے وارث ہیں۔ اور صحابہ کرامؓ کے وارث ہیں۔ اسی لیے علما کی دو قسمیں ہوتی ہیں: (۱) علمائے ربانی (۲) اور علمائے دنیا، جن کو علمائے سو کہا جاتا ہے۔ اس لیے ہر عالم کا اتباع نہیں کرنا چاہیے، بلکہ صرف اسی کا اتباع کرنا ہے، جو کہ ہدایت پر ہو۔ انبیا کے راستے پر ہو۔ اس کی پہچان یہ ہوگی کہ مفاد پرست، جاگیردار اور حکمران طبقات ایسے علما کی مخالفت کریں گے۔

ہمارے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے کچھ لوگوں نے سوال کیا کہ اگر علما کی دو جماعتیں ہوجائیں تو ہم ان کی پہچان کیسے کریں کہ کون سی جماعت حق پر ہے؟ تو اس پر حضرت عالی رائے پوریؒ نے فرمایا کہ: تم دیکھو کہ جن علما کو سرمایہ دار، جاگیردار، حکمران طبقہ اور دنیا دار لوگ پسند نہ کریں۔ اور ان کی مخالفت کریں تو یہ علما کی جماعت مظلوم لوگوں کی نمائندہ اور حق پر قائم ہے۔ اور جن پیروں اور علما کا تعارف مفاد پرست اور حکمران طبقات کرائیں۔ ان کی مقبولیت کرائیں۔ یہ علمائے دنیا ہیں۔ یہ عوام کے دشمن ہیں۔ زوال کے دور میں جو لوگ بڑی بڑی عمارتوں پر مشتمل تعلیم گاہیں اور بہت بڑی بڑی عبادت گاہیں بنائیں اور پھر اُمرا، سرمایہ دار اور حکمران طبقات سے تعاون کے خواست گار ہوں تو اس سے دین کے کام میں اخلاص وللّٰہیت کی بجائے سرمایہ پرستوں کی چاپلوسی اور خوشامد پیدا ہوجاتی ہے، جو بڑی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ چناں چہ اسی لیے حضرت نانوتویؒ نے دارالعلوم دیوبند قائم کرتے وقت اپنے تحریر کردہ ''اُصولِ ہشت گانہ'' میں امیر محکم القول کے چندے لینے سے منع کیا ہے۔ اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے بے سروسامانی کی حالت میں اللہ پر اعتماد اور توکل کو لازمی قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں مظلوموں کی ہم دردی اور ان کی محبت پیدا کردے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائے۔ ہمیں ہر وقت یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طاقت میں اضافہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رُعب شیطانی طاقتوں پر ڈالے۔ ہماری کمزوریوں کو اللہ تعالیٰ دور فرمائے تاکہ ہمارا حوصلہ مزید بلند ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے راستے کی تمام رُکاوٹیں دور فرمادے۔ اور ہماری مشکلات اور مسائل کو بھی حل فرمادے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کے اس مرکز (ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ) میں برکت عطا فرمائے۔ اور اس کے مشن کو اور بڑھائے۔ آمین

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔